© rasailojaraid.com

انتقاد

اسلامی مذاہب؛ (المذاهب الاسلامية) ۔ تصنیف شیخ محمد ابوزہرہ پروفیسر لاء کالج جامعہ قاہرہ ۔ ترجمہ: پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔
ناشر ملک برادرز پبلشرز ۔ لائل پور، پاکستان ۔

شیخ محمد ابوزہرہ مصر کے مشہور عالم اور مصنف ہیں ۔ اور اُن کی بہت سی کتابوں کے اُردو میں ترجمے ہو چکے ہیں، موصوف نے مصر کی وزارتِ تعلیم کے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی فرمائش پر "المذاهب الاسلامية" نام کی کتاب لکھی تھی ۔ جس کا زیرِ نظر کتاب اردو ترجمہ ہے ۔
اس کتاب میں مصنف نے مسلمانوں کے صرف اُن مذاہب یعنی فرقوں سے بحث کی ہے، جو اعتقادات یا سیاسیات کے اختلافات کی بنا پر وجود میں آئے ۔ ...... جہاں تک مسلمانوں کے فقہی مذاہب کا تعلق ہے اُن پر موصوف نے ایک الگ کتاب مرتب کی ہے ۔
کتاب کے شروع ہی میں شیخ ابوزہرہ نے اعتقادی فرقوں کے ضمن میں اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ "ان فرقوں کے مابین اعتقادی اعتبار سے کوئی جوہری فرق نہیں پایا جاتا ۔ یہ فرق صرف اصل عقائد سے متعلقہ فروعات تک محدود ہے ۔ .... سب فرقے مسئلہ توحید میں یک زبان ہیں ۔ یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ عقیدہ توحید ہی عقائدِ اسلامی کا مغز و خلاصہ ہے ۔ اور اُس میں سب اہلِ قبلہ متحد الخیال ہیں ۔"
البتہ بہائی فرقے اور "قادیانی" فرقے کے بارے میں مصنف کا کہنا ہے کہ یہ خارج از اسلام ہیں ۔ بہائی فرقے کے متعلق اُن کے جذبات یہ ہیں :" .... پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد بہائی مذہب نے بڑا عروج حاصل کیا تھا ۔ بہائیت اب بھی کہیں کہیں سر نکال رہی ہے ۔ دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس کو ملیامیٹ کر دیا جائے ..... "
"قادیانی" فرقے کا ذکر کرنے کے بعد مصنف نے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے :" بیشک قادیانیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے افکار و آراء مسلمانوں کے اجماعی عقائد کے خلاف ہیں۔ مسلمان عہدِ نبوی سے لے کر آج تک اس بات کے معتقد رہے ہیں کہ نبی کریمؐ قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں...... "اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں :۔" مرزا صاحب کے اقوال دلائل سے مؤید ہیں اور نہ اسلامی اصول و مبادی سے ہم آہنگ ہیں۔ نظر بریں ان اقوال کے پیشِ نظر مرزا صاحب اسلامی حدود سے تجاوز کر گئے ...... بہر حال مرزا صاحب کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔"

جہاں تک ہم جانتے ہیں "قادیانی" یا احمدی جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان "اجماعی عقائد" میں سے صرف نوعیت نبوت کے متعلق اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا "خاتم النبیین" ہونا احمدی بھی مانتے ہیں۔ اور بقول اُن کے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو جن معنوں میں نبی کہا، وہ نبوتِ محمدی کا ایک فیض اور ظل ہے۔ چنانچہ خود شیخ ابو زہرہ نے اس سلسلے میں مرزا صاحب کا ایک اقتباس دیا ہے، جو یہ ہے :۔

"اگر میں آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہوتا اور آپؐ کے طریقہ کی پیروی نہ کرتا تو مکالمہ ربانی سے مشرف نہ ہو پاتا۔ اگرچہ میرے اعمال پہاڑوں کے برابر ہوتے۔ اس لئے کہ نبوتِ محمدی کے سوا سب نبوتیں منقطع ہو چکی ہیں۔ لہذا آپؐ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہ ہوگا۔ البتہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں۔ لیکن اُن کا آپؐ کی اُمت میں ہونا ضروری ہے۔"

مرزا صاحب نے تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت کی جو تقسیم کی ہے اُس سے خواہ ہمیں لاکھ اختلاف ہو، لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب اور اُن کے متبع احمدی، رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یا وہ توحید کے منکر ہیں، یا ان کا عقیدہ قرآن اور احادیث پر نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہم جانتے ہیں، مرزا صاحب نے اپنی جماعت سے یہاں تک کہا تھا کہ وہ فقہ میں فقہ حنفی کی پابندی کریں۔

غرض نبوت کو اس طرح ماننے پر ہم اُنہیں بے شک مؤول (تاویل کرنے والے) کہہ سکتے ہیں جیسا کہ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی رائے تھی، لیکن انہیں دائرہِ اسلام سے خارج قرار دینا جیسا کہ شیخ ابو زہرہ نے دیا ہے ہمارے نزدیک زیادتی ہے۔

باقی مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں جو کچھ لکھا اور مناظرہ و مجادلہ کے دوران جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سخت باتیں کہیں۔ یا اُن کے بعد اُن کی کسی نام لیوا جماعت نے عام مسلمانوں کے متعلق جو رویہ اختیار کیا۔ تو اس قسم کی مثالیں ہمیں تاریخ اسلام میں بکثرت ملتی ہیں۔ خود مصنف نے اس کتاب میں خوارج کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ خوارج نہ صرف دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ بلکہ اُن کے نزدیک مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنا بھی فرض تھا۔ چنانچہ ایک صدی تک خوارج مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ لیکن اس کے باوجود مصنف نے لکھا ہے:۔

"......... لیکن صادق الایمان لوگوں نے کبھی ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہیں گمراہ کہا ہو۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد کسی خارجی سے مقاتلہ نہ کیا جائے۔ کیوں کہ جو حق کی تلاش میں نکلا اور ٹھوکر کھائی، وہ اُس شخص کی طرح نہیں جو باطل کی تلاش میں نکلا اور اُسے پا لیا۔"

بے شک خوارج کے بعض گروہ تشدد اور تکفیر المسلمین میں بڑے انتہا پسند تھے۔ اور انہوں نے باقی اُمت کے ساتھ پُرامن بقائے باہمی کا طریق زندگی نہ اختیار کیا۔ چنانچہ وہ نسیاً منسیاً ہو گئے۔ اور تاریخ ایسوں کے ساتھ یہی کیا کرتی ہے، لیکن مرورِ ایام سے انہی خوارج میں اباضیہ فرقہ بھی منصۂ شہود پر آیا۔ جس کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے:۔

"فرقہ اباضیہ والوں نے نہایت عمدہ فقہ مرتب کی۔ ان میں ممتاز علماء دین پائے جاتے تھے ...... موجودہ مصری قانون میں مواریث سے متعلق اُن کے بعض افکار کو اخذ کیا گیا ہے ......"

اسی فرقے کے متعلق موصوف مزید لکھتے ہیں:۔ "یہی فرقہ خارجیوں میں معتدل تھا۔ اور فکر و رائے میں عامۂ مسلمین سے زیادہ قریب۔ یہ لوگ غلو اور انتہا پسندی سے بالکل الگ تھے۔ میانہ روی اور اعتدال و توسط اُن کا شعار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے بعض اطراف میں یہ اب تک موجود ہیں۔"

شیخ ابو زہرہ نے اپنی اس کتاب کی عمارت اس بنیاد پر اُٹھائی ہے کہ "مسلمانوں کے یہاں دین کے اصولی و اساسی مسائل میں کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ اختلاف جو تھا وہ اعتقادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی اور فقہی مسائل میں تھا"۔ مصنف کا یہ نقطۂ نظر بڑا صحت مند اور خوش آئند ہے۔ چنانچہ خود تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو فرقے "دین کے اصولی و اساسی مسائل" میں جمہور سے بہت دور چلے گئے، یا تو وہ مٹ گئے یا گمنام ہو کر رہ گئے، یا اُن کو واپس "دین کے اصولی و اساسی مسائل" کے قریب قریب آنا پڑا۔ یہ عمل برابر جاری رہا، اب بھی جاری ہے، اور اس وقت تاریخ کے جو تقاضے ہیں اور آئندہ جو تقاضے ہوں گے، وہ اس عمل کی رفتار کو اور بھی تیز کریں گے۔

سب سے پہلے مصنف نے سیاسی فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں وہ شیعہ، خوارج اور اہلِ سُنت کو شامل کرتے ہیں۔ مصنف چوں کہ خود آخرالذکر فرقے سے ہیں۔ اس لئے شیعوں کے مختلف فرقوں کے بیانِ احوال میں شاید اُن کا نقطۂ نظر شیعوں کے لئے زیادہ قابلِ قبول نہ ہو، لیکن اکثر جگہ اُنھوں نے کوشش کی ہے کہ وہ شیعوں کے اُصول و عقائد کے تشریح اُن کے ہی مسلّمہ بزرگوں کی کتابوں سے کریں۔

فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے ہاں امام کے منصب کی کیا اہمیت ہے، مصنف نے اس بارے میں علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کا ایک اقتباس دے کر اُس کا لبِ لباب یہ دیا ہے :۔

۱۔ نبی کریمؐ نے آئمہ کو جو آپؐ کے اوصیاء بھی تھے، شریعت کے اسرار بتا دیئے تھے۔ آپؐ نے زمان و مکان کے تقاضے سے ان میں سے بعض اسرار بیان فرما دیئے اور بعض آئمہ کو بطور امانت تفویض کر دیئے تھے کہ حسبِ ضرورت ان کو لوگوں پر منکشف کر دیں۔

۲۔ اوصیاء کے اقوال شریعتِ اسلامیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہ آں حضرتؐ کی تفویض کردہ امانت ہیں۔ اور اُن کا مصدر و ماخذ آپؐ ہی کی ذات گرامی ہے۔

۳۔ آئمہ نصوصِ عامہ کو مخصوص اور مطلق کو مقید کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد شریف مرتضیٰ کی کتاب الشافی کا یہ حوالہ دیا ہے :۔

"........ جب امام کی ضرورت مسلّم ہو گئی تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ اگر اس کی عصمت کو تسلیم نہ کیا جائے تو دین میں خطا کا ہونا لازم آتا ہے ...."

اگر مصنف اسی پر اکتفا کرتے اسی طرح شیعہ علماء کی کتابوں سے ان کے اُصول و عقائد پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دیتے تو بحث کا انداز علمی و معروضی رہتا۔ اور یہ مناظرہ کی کتاب نہ بنتی۔ لیکن اُنہوں نے امامیہ کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں یہ بھی لکھ دیا۔ "امام کی شخصیت کے متعلق شیعہ امامیہ کے بلند بانگ دعاوی قطعی طور پر بے بنیاد ہیں۔ اور اُن کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ البتہ اُن کے بطلان کے دلائل موجود ہیں......"

شیعوں کے مختلف فرقوں کی طرح اُنہوں نے خوارج کے جملہ فرقوں کا ذکر کیا ہے، اور خلافت کے بارے میں ان کے نقطہ ہائے نظر بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد خلافت کے مسئلے میں مسلک جمہور ان الفاظ میں پیش کیا ہے:-

"یہ اُن لوگوں (شیعہ اور خوارج) کے افکار و آراء کا تذکرہ تھا، جو راہِ راست سے منحرف ہو گئے...... جمہور توسط و اعتدال کی راہ پر گامزن تھے اور بحیثیت مجموعی اس بات میں متحد الخیال تھے کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیئے......"

یہ مسلک جسے مصنف نے جمہور کا مسلک اور توسط و اعتدال کی راہ قرار دیا ہے، اس سے بعد میں جو خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اور آگے چل کر اس نے جس طرح جمہور میں سیاسی شعور ہی ختم کر دیا، ضروری تھا کہ مصنف اس پر بھی روشنی ڈالتے۔ اس ضمن میں اُنہوں نے بعض روایات ذکر کر دی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور بس۔

یہ تو بحث تھی سیاسی فرقوں کی، اس کے بعد اعتقادی فرقوں کا ذکر ہے، جن میں سے مصنف کے نزدیک مشہور یہ تھے، جبریہ۔ قدریہ، مرجئہ۔ معتزلہ۔ اشاعرہ۔ ماتریدیہ۔ سلفیہ یا حنبلیہ۔

مسلمانوں میں اعتقادی بحثوں کے محرکات کیا تھے؟ مصنف نے مختصراً ان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے مسئلہ تقدیر پر بحثیں شروع ہوئیں۔ اس ضمن میں فرقہ جبریہ پیدا ہوا۔ "اس مذہب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ بندے سے افعال کی نفی کر کے اُنہیں ذاتِ خداوندی کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ کیونکہ بندے میں استطاعت نہیں پائی جاتی۔ وہ تو اپنے افعال میں مجبور محض ہے، نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ اور نہ اختیار۔" اس کے ردِ عمل میں قدریہ پیدا ہوئے، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ "انسان سب کام اپنے ارادہ و اختیار سے کرتا ہے اور خدا کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

مصنف نے ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ جبریہ کے بانی جہم بن صفوان اور قدریہ کے بانی معبد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں کے دونوں سیاست میں حصہ لیتے تھے، اور اُن کے قتل میں عقیدہ کے علاوہ، اس امر کا بھی دخل تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں باہم قتل و غارت کا دَور شروع ہُوا، تو اس کے نتیجے میں اُن کے ہاں یہ بحثیں بھی اُٹھیں کہ جن مسلمانوں کے ہاتھوں خود مسلمانوں کا خون بہا ہے آیا انہیں ہم مسلمان ہی کہیں گے؟ خوارج مرتکب کبائر کو کافر قرار دیتے تھے، اور اُن کے خلاف جہاد کرنا فرض سمجھتے تھے۔ معتزلہ کہتے تھے کہ اُسے مومن تو نہیں، البتہ مسلم کہہ سکتے ہیں۔ حسن بصری اور تابعین کا ایک گروہ اُسے منافق تصور کرتا تھا۔ جمہور مسلمین کہتے تھے کہ وہ گناہ گار مومن ہے۔ اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اگر چاہے، اُسے عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔

مصنف لکھتے ہیں کہ اس دَور میں مرجئہ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اس امر کا اثبات کیا کہ "ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات و عبادات بے اثر ہیں"۔ یہ تو وہ مرجئہ تھے جو قدرے انتہا پسند تھے، لیکن بقول مصنف "بعض مرجئہ یہ بھی کہتے تھے کہ مرتکب کبائر کا معاملہ خدا کو تفویض کر دیا جائے۔ یہ بڑی حد تک جمہور اہل سنت کے ہمنوا تھے ....." امام ابوحنیفہ کو اسی بنا پر بعض لوگوں نے مرجئہ کہا تھا۔ بہت سے اور ائمہ فقہ و حدیث بھی اسی بات کے قائل تھے۔

مسلمانوں کی باہمی تکفیر و منافرت کے اُس زمانے میں جب اس کی وجہ سے اُمت کا شیرازہ پارہ پارہ ہو رہا تھا اور سیاسی اختلافات نے مذہبی لڑائیوں کی شکل اختیار کر لی تھی، اس عقیدہ کا جمہور مسلمانوں کا مسلک بننا کہ من قال لَاالٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ یعنی مرتکب کبائر سے مسلمان کو کافر و جہنمی نہیں قرار دینا چاہیئے، ایک بہت بڑا اتحاد پرور، زندگی بخش اور صلح جویانہ اقدام تھا۔ اور اس نے ملت کو زیادہ سے زیادہ متحد رکھا۔ یہ مرجئیت، اگر اسے مرجئیت کہا جاتا ہے مصنف کے نزدیک "مرجئیت سنت" ہے۔ اور "محدثین و فقہاء کی ایک کثیر جماعت اس زمرہ میں داخل ہے"۔

زیرِ نظر کتاب میں معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور سلفیہ یا حنبلیہ پر بڑی مفصل بحث ہے۔ اور یہ بحث بڑی ہی پُر از معلومات اور عالمانہ ہے۔

معتزلہ کی فکری تحریک کن حالات میں اُبھری۔ اُن کے کیا اُصول و عقائد تھے؟ شیخ ابوزہرہ نے انہیں بیان کرتے ہوئے بعض معتزلہ علماء کے اقتباسات بھی دیئے ہیں۔ عربی ادب کا مشہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام جاحظ، جس کا شمار علماء معتزلہ میں ہوتا ہے محدثین و فقہاء کے بارے میں کہتا ہے :-

"اصحاب حدیث اور عوام سر تا سر مقلد ہیں۔ عقلی دلائل کے مقابلے میں تقلید انہیں زیادہ مرغوب ہے۔ حالاں کہ از روئے قرآن وہ ممنوع ہے۔ باقی رہا ان حضرات کا یہ کہنا ہم میں عبادت گزار اور زاہد و متقی لوگ پائے جاتے ہیں، تو جہاں تک عبادت گزاری کا تعلق ہے صرف ایک فرقہ خوارج کے عبادت گزار ان حضرات کی پوری جماعت سے تعداد میں زیادہ ہیں....."

معتزلہ اور اہلِ سنت و الجماعت کے درمیان ایک بہت بڑا مابہ النزاع مسئلہ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا تھا۔ مصنف نے اس سلسلے میں فریقین کا نقطۂ نظر دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ معتزلہ اس پر کیوں مُصر تھے کہ قرآن کو غیر مخلوق مانا جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ چوں کہ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اور اگر قرآن کو بحیثیت اللہ کے کلام کے غیر مخلوق اور قدیم مانا جائے، تو عیسائی اس سے حضرت عیسیٰؑ کے قدیم اور غیر مخلوق ہونا ثابت کرتے تھے۔ اور مصنف نے اُن کے اس استدلال کا تاریخی حوالہ بھی دیا ہے۔ مصنف کے الفاظ میں :- "........ معتزلہ کا گمان تھا کہ قرآن کے بارے میں محدثین کا زاویہ نگاہ بعینہٖ وہی ہے، جیسا نصاریٰ کا عقیدہ مسیح کے بارے میں۔ دونوں میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں۔ علاوہ ازیں اس سے تعددِ قدماء بھی لازم آتا ہے۔ نیز یہ قباحت لازم آتی ہے کہ ذاتِ باری کی طرح قرآن بھی قدیم ہے۔ جب معتزلہ کے افکار و آراء یہ ہیں تو اُن کا یہ مؤقف اسلامی غیرت و خودداری کا آئینہ دار ہے اور اس کا محرک جذبۂ ایمان و الیقان ہے۔"

لیکن معتزلہ نے عباسی خلفاء کے بل پر محدثین سے اپنا یہ مخصوص عقیدہ منوانے کے لئے اُن پر جو بے جا سختیاں کیں، مصنف نے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اور بعد میں جمہور کا معتزلہ کے خلاف جو شدید ردِ عمل ہوا، اُسے بہت حد تک حق بجانب بتایا ہے۔

مصنف کے نزدیک معتزلہ کے افکار کا خلاصہ یہ ہے :-

" وہ حکمائے اسلام تھے۔ انہوں نے اسلامی عقائد کا مطالعہ عقل و فکر کی روشنی میں کیا۔ عباسی خلافت کے شروع میں (منصور اور مہدی کے عہد میں) الحاد و زندقہ کا جو طوفان اُٹھا یہ معتزلہ ہی تھے، جنہوں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل تھے، بلا شبہ معتزلہ میں علمی و فکری شذوذ پایا جاتا ہے، مگر عقل سے کام لینے والوں کے ہاں یہ ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی ہے۔ وہ اثباتِ عقائد میں عقل پر اعتماد کرتے تھے، تاہم قرآن سے بھی مدد لیتے تھے۔ البتہ وہ عقائد کے معاملے میں حدیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔"

معتزلہ کے خلاف جو فکری ردِ عمل ہُوا، اس نے اشعریت کی صورت اختیار کی۔ اس ردِ عمل کے محرکات اور اشعریت کے بانی امام اشعری کے حالات بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں :۔

اشعری معتزلہ کے تربیت یافتہ تھے۔ اُنہوں نے معتزلہ ہی کے طرزِ استدلال کو اپنایا۔ اور اس طرح عقل سے منقولات کو ثابت کیا۔ ماتریدیہ اشعریوں سے زیادہ معتزلہ کے قریب تھے۔ مثلاً اشاعرہ کے نزدیک اشیاء میں سرے سے کوئی حسن ذاتی نہیں۔ اس کے برعکس ماتریدیہ اشیاء میں حسن ذاتی کو مانتے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں :" ماتریدیہ کے مسلک پر عقلیت کی گہری چھاپ ہے ...... بخلاف ازیں اشاعرہ نقلی دلائل کی چار دیواری میں محصور رہتے ہیں ...... اشاعرہ کا مقام محدثین و فقہاء اور معتزلہ کے بین بین ہے۔ جب کہ ماتریدیہ کا درجہ معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان ہے۔"

سلفیہ جن کی نمائندگی مصنف کے نزدیک امام ابن تیمیہؒ کرتے ہیں، عقائد اور اُن کے دلائل کا ماخذ صرف نصوصِ شرعیہ کو مانتے ہیں اور اس میں عقل پر بھروسہ نہیں کرتے۔ مصنف کا کہنا ہے :۔ علماء سلف کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ عقلی و منطقی اسالیب بیان دینِ اسلام میں بدعتِ شنیعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کے ہاں عقل نقل کے پیچھے پیچھے چلتی اور اُسے تائید بخشتی ہے۔ وہ براہِ راست عقل سے استدلال نہیں کرتے۔

جدید فرقوں کے ذیل میں مصنف نے وہابیہ، بہائیہ اور قادیانیہ کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہُوا۔ وہ آخر الذکر دونوں فرقوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ وہابیہ کے ظہور کی اُنہوں نے بڑی معقول وجہ بتائی ہے۔ فکری جمود کا دَور دَورہ تھا، ائمہ مجتہدین کے اقوال کو غیر متبدل سمجھا جاتا تھا۔ بدعات عام تھیں۔ بزرگوں کی قبروں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ ان حالات میں وہابی تحریک اُٹھی اور اُس نے اِن بدعات کی مخالفت کی۔ اس تحریک میں بعض معمولی معمولی اُمور میں جو شدت پائی جاتی تھی۔ اور اُن سے انحراف پر وہ دوسرے مسلمانوں کو مُشرک کہتے تھے، مصنف نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے شک "اسلامی مذاہب" یعنی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے متعلق اس کتاب میں بہت سا مفید علمی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ اور مصنف نے اہلِ سنت کے علاوہ دوسرے فرقوں کے حالات بیان کرنے میں کافی غیر جانبداری اور انصاف برتا ہے۔ نیز اس معاملے میں اُن کی نظر وسیع بھی ہے اور گہری بھی۔ اور دوسرے فرقوں کی اچھائیاں تسلیم کرنے میں زیادہ بخل نہیں کرتے۔ مثلاً فرقہ اسماعیلیہ کی باطنیت پر اعتراض کرتے ہوئے وہ "رسائل اخوان الصفاء" کو عام علماء اہلِ سنت کی طرح مردود قرار نہیں دیتے۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں :" یہ رسائل بڑے مفید علمی معلومات پر مشتمل ہیں اور ان میں بڑے عمیق فلسفہ پر خیال آرائی کی گئی ہے :" اسی طرح امامیہ اثنا عشریہ کے ذکر میں مصنف نے خود اُن کی مسلمہ کتابوں سے اُن کے بنیادی اُصول و عقائد نقل کئے ہیں، سوائے آخری پیرے کے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اگر مصنف اس پیرے کو نہ لکھتے تو اچھا تھا ــــــ خوارج کے جنگجویانہ رجحانات اور مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ اُن کے خلوص و تقویٰ اور ایثار و قربانی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس اسلامی انارکسٹ فرقے کے حتی الوسع ایک متوازن تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور سلفیہ کے نقطہ ہائے نظر کو من جملہ پوری علمی دیانت سے پیش کیا ہے ــــــ یُوں تو مصنف نے ہر فرقے کے ظہور میں آنے کے محرکات و اسباب بیان کئے ہیں۔ اور مرورِ ایّام کے ساتھ ساتھ لوگوں میں فکر و نظر اور عمل میں اختلاف کا ہونا فطری تسلیم کیا ہے لیکن اِن اختلافات کے پیچھے جو سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ملکی و وطنی محرکات کام کر رہے تھے، اُن کا بالکل ذکر نہیں کیا، اگر ان کا بھی ذکر ہو جاتا، تو فرقوں کے مالہ و ماعلیہ سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ــــــ بات دراصل یہ ہے جیسا کہ خود مصنف نے شروع کتاب میں لکھا ہے :"...... اسلامی سیاست دین سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ دین ہی اس کا مغز و قوام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی مذاہب کے اصول و مبادی کا مرکز و محور ہمیشہ دین اسلام ہی رہا :" اب ہوا یہ کہ اکثر و بیشتر اختلافات سیاسی مقاصد کے حصول کے تحت وجود میں آئے لیکن اُن کا عملی اظہار مذہبی فرقوں کی صورت میں ہوا۔ کیونکہ اسلام میں دین اور سیاست ایک تھی۔ چنانچہ مذہبی فرقوں کی صحیح تاریخ اُن کے سیاسی پسِ منظر (سیاسی یہاں اقتصادی، سماجی اور ملکی و وطنی سب اُمور پر شامل ہے) ہی میں لکھی جا سکتی ہے، اس کتاب میں اس کی کمی ہے۔

ترجمہ بڑا صاف اور رواں ہے، طباعت و کتابت بھی اچھی ہے، اور کتابت کی غلطی ہمیں کہیں نظر نہیں آئی۔ اور یہ اُردو کتابوں میں ایک غیر معمولی بات ہے۔ اُردو میں اس کتاب کا شائع ہونا اسلامی تاریخی ادب میں ایک اچھا و مفید اضافہ ہے ــــــ ضخامت ۳۲۰ صفحات۔ قیمت ۹ روپے ہے۔ (م۔ س)

طابع ظہیر الدین۔ مطبع استقلال پریس لاہور۔ ناشر ڈاکٹر فضل الرحمٰن ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد

© rasailojaraid.com